بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نظرات

حال ہی میں اسرائیل نے لبنانی علاقوں اور لبنان میں واقع فلسطینی مجاہدین کے کیمپوں کو پھر اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا ہے ادھر افغانستان کے مسلمان بھی زبردست غیر ملکی جارحیت کا شکار ہیں اور انہیں اپنا وطن چھوڑ کر لاکھوں کی تعداد میں پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ انسانیت اور اسلامی بھائی چارے کا یہ تقاضہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان اپنے فلسطینی اور افغانی مہاجر بھائیوں کے مسائل کی طرف بھرپور توجہ دیں۔ ہم مسلمان ہیں اس لئے ہمیں مسلم مہاجرین کے مسائل کا حل اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں تلاش کرنا ہوگا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب مکہ کے مسلمانوں کے لئے اسلام پر قائم رہنا، اسلام کی تبلیغ کرنا حتیٰ کہ اپنے وجود کو برقرار رکھنا بھی ناممکن ہو گیا اور اسی لئے ان کو مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی تو وہاں سب سے پہلا اہم کام جو انجام پایا وہ یہ تھا کہ مہاجرینِ مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان مؤاخات قائم ہوئی جس کی رو سے وہ ایک دوسرے کے بھائی قرار پائے۔

ادھر مدینے کی مقامی آبادی کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج بھی صدیوں سے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے اسلام لانے کے بعد باہم متحد ہو گئے۔

ہجرت کے بعد جب کفار مکہ مدینے پر حملہ آور ہوئے تو انصار و مہاجرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اپنی مادی قوتوں کو مجتمع کر کے جذبۂ ایمانی کے ساتھ جہاد کیا اور مسلمانوں نے ان منافقین کی سازشوں کا توڑ بھی کیا جو بظاہر تو اسلام کا نام لیتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ تھے مگر دل سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ نتیجتاً دشمن مغلوب ہوا اور مسلمان روز بروز غالب ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ وہ وقت بھی آیا جب اس دور کی دونوں عظیم الشان سلطنتوں یعنی سلطنت روما اور سلطنت ایران کو بھی جو اس دور کی سپر پاور تھیں مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہونا پڑا اور اسلامی نظام حیات مسلمانوں کے تمام علاقوں میں نافذ ہوا۔

مختصر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں مسلمانوں نے اللہ کی زمین میں اللہ کے عطا کردہ نظام حیات کے نفاذ کے لئے جو اقدامات کئے ان میں مہاجرین و انصار کا بھائی چارہ مسلمانوں کی مقامی آبادی کا اتحاد ممکنہ حد تک مادی وسائل کی فراہمی، منافقین کی سازشوں کا توڑ اور جہاد جیسے امور شامل تھے۔

اسی اسوۂ حسنہ کی پیروی میں موجودہ دور کے مسلمانوں کے لئے عالم اسلام میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کا عزم کرنے اور اس کے لئے عملی جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ نیک اعمال کرنے والے مومنوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اقتدار و سربلندی کا وعدہ ہے ظاہر ہے کہ وعدہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا اور کون ہو سکتا ہے۔ پچھلے تاریخی ادوار میں اس وعدے کی سچائی عملاً بھی ظاہر ہو چکی ہے۔ اس وقت فلسطینی اور افغانی مہاجرین جس تکلیف دہ صورتِ حال سے دوچار ہیں اس کا تقاضہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان جو ان کے لئے انصار کی حیثیت رکھتے ہیں دل کھول کر ان کی مدد کریں۔ انصار مدینہ نے تو اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے آدھے مال و جائیداد میں شریک کر لیا تھا۔ اس دور کے مسلمان آدھا نہ سہی مگر کچھ حصہ مہاجرین کے لئے ضرور وقف کریں تاکہ وہ نہ صرف عام

انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں بلکہ دشمنوں سے اپنے وطنوں کو بھی آزاد کرا سکیں۔ مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان بھائی چارے اور مہاجرین مکہ کو امداد کی فراہمی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہوئی تھی لیکن آج یہ کام مسلم ریاستوں کے قائدین کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ ان قائدین پہ مشتمل ایک عالمی اسلامی ادارہ تشکیل دیا جائے اور اس کے طے کردہ منظم پروگرام کے تحت مہاجرین کو امداد فراہم کی جائے۔

انصار مدینہ کا اتحاد بھی موجودہ دور کے مسلمانوں کے لئے ایک نمونے کی حیثیت رکھتا ہے

دنیا کے مسلمان مہاجرین کے ساتھ اتحاد و اخوت کا مظاہرہ اسی وقت کر سکتے ہیں جب وہ خود بھی متحد ہوں۔ اس سلسلے میں بھی انصار مدینہ کی مثال سامنے رکھنی ہوگی۔ مدینے کے دو بڑے قبائل اوس و خزرج میں صدیوں سے جنگ چلی آرہی تھی لیکن اسلام سے مشرف ہونے کے بعد وہ باہم متحد ہو گئے اور اپنے باہمی اتحاد کے بعد ہی وہ مہاجرین سے بھی اتحاد کر سکے جس کے نتیجے میں تمام مسلمانوں نے ایک جھنڈے تلے رہتے ہوئے اپنے مشترک دشمن کفار مکہ کا مقابلہ کیا۔ ایسے ہی اتحاد کا مظاہرہ اس وقت بھی ہونا چاہیے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کے برعکس یعنی اسلامی ملکوں کے درمیان خونریز جنگ جاری ہے۔ امید ہے کہ اسلامی امن کمیٹی کی کوششوں کے نتیجے میں جس کے ایک رکن ہمارے ملک کے صدر جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب بھی ہیں یہ دونوں ممالک اتحاد کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے جلد ہی جنگ کو ختم کر دیں گے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان جنگ و جدل کا سلسلہ جاری ہو تو وہ نہ صرف یہ کہ دوسروں کو مدد دینے کے قابل نہیں ہوتے بلکہ ان پر ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے جب وہ خود دوسروں کی امداد کے طالب ہو جائیں۔ اس کے علاوہ لوگوں کی قوت ختم ہو جاتی ہے اور قوت نہ رکھنے والے کمزور لوگ دشمنوں کے مقابلے کے قابل بھی نہیں رہتے جس کا انجام ان کی تباہی اور دشمنوں کا ان پر غلبہ

بھی ممکن ہو سکتا ہے ؏ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات ۔ اسپین، بغداد، ہندوستان کی تاریخ اس کی شہادت دے چکی ہے کہ جب مسلمانوں کا اتحاد ختم ہوا اور وہ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوئے تو ان کی صدیوں پرانی سلطنتیں ختم ہو گئیں اور ان کا وجود تک بھی خطرے میں پڑ گیا۔ مسلمانوں کو ہر ممکنہ طریقے سے قوت وطاقت حاصل کرنے کی ضرورت ہے ورنہ کمزوری کی وجہ سے کسی قوم کے لیے بعض دفعہ اپنا وجود برقرار رکھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ قوت کا سب سے بڑا سرچشمہ اتحاد ہے۔ جب مسلمان ایک ہی اللہ کے ماننے والے، ایک ہی رسول کے پیروکار اور ایک ہی کتاب کے پابند ہیں تو پھر اختلاف کیا معنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ مسلمانوں کی مثال ایک دیوار کی سی ہے کہ اس کا ایک حصّہ دوسرے حصّے کی تقویت کا سبب بنتا ہے۔ آپؐ کے ایک اور ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے جب اس کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان ارشادات گرامی کی رو سے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کی تقویت کا ذریعہ بننا چاہیئے اور انہیں ایک دوسرے کے دکھ درد کا احساس ہونا چاہیئے۔ اس وقت خاص طور پر فلسطین اور افغانستان کے مہاجرین کے دکھ درد میں شریک ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک زبردست انسانی اور اسلامی مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو حل کر کے تمام مسلمان ان مہاجرین کی محبت بھی حاصل کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اجرِ عظیم کے مستحق بھی بن سکتے ہیں۔ پھر یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ جو صورت حال آج فلسطین اور افغانستان کے لوگوں کو درپیش ہے وہی کسی اور ملک کو بھی پیش آسکتی ہے لہٰذا اگر آج اپنے بھائیوں کے لئے بھرپور جانی اور مالی قربانی دینے کی روایت قائم ہو جائے تو کل کسی بھی ملک میں ممکنہ ہنگامی حالات کی صورت میں اس ملک کے لئے بھی دوسرے لوگ قربانی دینے کو تیار ہو سکیں گے

اسلام مسلمانوں میں مرکزیت اور اتحاد و تعاون کا خواہاں ہے۔ یہ مرکزیت و اتحاد

فی الحال اسلام کے ابتدائی دور کی خلافت کی شکل میں نہ سہی مگر کم از کم مسلم ریاستوں کی ایک ایسی اسلامی تنظیم کی صورت میں ضرور قائم کی جا سکتی ہے جو تمام مسلمانوں کے مشترکہ امور کے لئے ایک مشترکہ پالیسی وضع کر سکتی ہو اور تمام مسلم ریاستیں اس پالیسی پر کاربند ہوں۔ یہ تنظیم عالم اسلام کے وسائل کا جائزہ لے کر ان میں مسلمانوں کے باہمی تعاون کے طریقے بھی تجویز کرے۔ مسلم ممالک میں تیل اور معدنیات وغیرہ کی دولت افراط سے موجود ہے۔ اس کے علاوہ کئی ممالک کا محل وقوع بھی دفاعی لحاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ پھر کئی ممالک کے باشندے بطور خاص زبردست ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔

چونکہ مادی قوت کا سب سے بڑا سرچشمہ سائنس ہے اس لئے سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے لئے بھرپور کوشش مسلمانوں کے لئے ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی سائنس فاؤنڈیشن کا قیام خوش آئند اقدام ہے۔ ایمان کامل، باہمی اتحاد، مادی وسائل اور سائنسی تعلیم و تحقیق میں تعاون اور مشترک دفاعی صنعتوں کے قیام کے ذریعہ ہی مسلمان تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کرنے اور قوت و شوکت کے حصول کے قابل بن سکتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ اسلامی نظام حیات اور باہمی اتحاد و تعاون کے ذریعے ہی دنیا میں طاقتور اور سربلند رہ سکتے ہیں۔ غیروں کے سہارے انہیں سوائے مایوسی اور پستی و خواری کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ کفر ایک ملت ہے ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی صداقت کی شہادت دے رہی ہے۔ تمام غیر مسلم قوتیں خواہ وہ آپس میں کتنی ہی برسرپیکار کیوں نہ ہوں اپنے مفاد کے لئے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جاتی ہیں۔

مسلمانوں کے باہمی اتحاد و تعاون کے سلسلے میں بڑی رکاوٹ منافقین ثابت ہوتے

ہیں جو خود کو مسلمان اور مسلمانوں کا خیر خواہ ظاہر کرتے ہیں مگر دل سے وہ ایسے نہیں ہوتے۔ کبھی کبھی یہ لوگ مسلمانوں کی مخالف قوتوں کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا سب سے بڑا حربہ یہی ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کریں اور اسلام کے نفاذ اور مسلم ممالک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالیں۔

قرآن کریم میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ جس قدر قوت اور ساز و سامان اکٹھا کر سکتے ہیں کریں تاکہ دشمن ان سے مرعوب رہیں لیکن قوت و شوکت اور مادی ترقی اس وقت تک مسلمانوں کے لئے عزت و سربلندی اور ان کے وجود کے تحفظ میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتی جب تک ان میں جذبۂ جہاد موجود نہ ہو۔ آنحضرتؐ کے زمانے میں مسلمانوں کی تعداد ہزاروں میں تھی لیکن وہ اسلامی نظام حیات کے نفاذ جہاد کی وجہ سے سربلند ہوئے۔ آج مسلمان دنیا بھر میں تقریباً نوے کروڑ کی تعداد میں ہیں مگر اسلام پر عمل کی کمی اور جہاد کو ترک کرنے کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے کہ غیر مسلم قوتیں ان کو مختلف انداز سے مرعوب کرنے اور اپنے زیر اثر رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ وقت کی یہ شدید ضرورت ہے کہ مسلمان ہر وقت جہاد کی تیاری رکھیں۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ زندگی میں سادگی اور جفاکشی کی عادت ڈالی جائے کیونکہ عیش و عشرت کی زندگی کے عادی لوگوں کے اعصاب جہاد کے نام سے ہی متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی نہ کسی سطح پر تمام مسلم مردوں اور خواتین کو دفاعی تربیت دی جانی چاہیئے جیسا کہ خود آنحضرتؐ کے زمانے میں ایسی کچھ نہ کچھ تربیت سب ہی کو حاصل ہوتی تھی۔ اپنے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے کوئی بھی نیکی کا کام کرنا اور کسی کا بھی برائی سے رکنا بھی ایک طرح کا جہاد ہے اس وقت مسلمان جہاد میں اس انداز سے حصہ تو ضرور لے سکتے ہیں کہ فلسطینی اور افغانی مہاجرین آزادی و عزت کے ساتھ اپنے وطنوں میں واپسی کی جو کوشش کر رہے ہیں اس میں ان کو ہر قسم کی مدد دی جائے۔ ان مسلم مہاجرین کی عزت و آزادی دراصل سارے ہی عالم اسلام کی عزت و آزادی ہے۔